اسلام کے آئینے میں
مسلمان بیوی کے حقوق

پروفیسر ڈاکٹر عابدہ خواجہ
اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ کوئین میری کالج لاہور

انسانیت جو کہ قبل از اسلام گمراہی اور ضلالت کے راستے پر گامزن تھی' تعلیمات نبویؐ سے کلیتہً بدل گئی' عورت کو معاشرتی تحفظ دیا گیا' نکاح کے معاملے میں عورت کو آزادی دی گئی' اسے خلع کا اختیار دیا گیا' قانونِ وراثت میں (بحیثیت بیٹی' ماں' بہن اور بیوی) اس کے حقوق محفوظ کیے گئے' عورت کو معاشی جدوجہد کی اجازت دی گئی' اس کا حق ملکیت تسلیم کیا گیا' اسلام کے نظامِ حدود و تعزیرات میں عورت اور مرد کی ناموس کی حفاظت کے لئے قانون وضع کیے گئے' قانونِ شہادت میں بھی عورت کو مخصوص حالات کے اندر گواہی دینے کا حق دیا گیا۔ الغرض اسلام وہ پہلا مذہب ہے' جس نے عورت کو ان حقوق سے نوازا جو اسے کبھی حاصل نہ تھے اور اس پر زمانہ ہمیشہ فخر کرتا رہے گا۔

ہم پہلے تعارفاً قبل از اسلام عورت کی حیثیت اور مقام کا تذکرہ کرتے ہیں' اس کے بعد قرآن و سنت کے حوالے سے مختلف شعبہ ہائے زندگی میں عورت کو جو حقوق ملے ہیں بیان کریں گے' تاکہ ان کو سمجھنے میں آسانی ہوسکے۔

اسلام سے پہلے عورت کی نہ کوئی حیثیت تھی' اور نہ کوئی عزت۔ بیٹی پیدا ہوتی تو اس کو زندہ درگور کر دیا جاتا۔ اگر بچ جاتی تو جس مرد کی بیوی بنتی' اس کے رحم و کرم پر زندگی گزار دیتی۔ وہ جیسا سلوک چاہتا اس سے کرتا' اسے کوئی روکنے ٹوکنے والا نہ ہوتا۔ اگر وہ اسے جوئے میں بھی ہار دیتا تو بھی اسے معیوب نہ سمجھا جاتا۔ باپ کے مرنے پر بیٹا اس کی بیوی (سوتیلی ماں) سے شادی کرلیتا تو یہ اس کا حق سمجھا جاتا۔ لاتعداد بیویوں اور لونڈیوں کا عام رواج تھا ـــــ لیکن اسلام نے سب سے پہلے عورت کی صحیح حیثیت کو تسلیم کیا' پھر اسے ذلت و رسوائی کی دلدل سے نکال کر عزت کے تخت پر بٹھایا' بیویوں کی تعداد کو

(بیک وقت) چار تک محدود کردیا۔ لیکن ان کے درمیان عدل و انصاف کو شرط ٹھہرایا۔ لونڈیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا۔ ماں' بہن' بیوی اور بیٹی کی حیثیت کا الگ الگ تعین کر کے نہ صرف ان کے حقوق واضح کئے' بلکہ ان کی حفاظت کا پورا پورا بندوبست کیا۔

عورت بحیثیت بیوی

چاہئے تو یہ تھا کہ ماں کی حیثیت کو پہلے اجاگر کیا جاتا' لیکن مضمون کا آغاز بیوی کی حیثیت سے کیا جارہا ہے' اس لئے کہ عورت کی پہلی تخلیق بیوی کی حیثیت سے کی گئی اور یہی عورت کی اصل حیثیت ہے۔ خاندان کی ابتداء میاں بیوی سے ہوتی ہے۔ عورت بیوی بننے کے بعد جب اولاد جنتی ہے تو ماں بنتی ہے۔ اولاد میں لڑکی ہو تو وہ بیٹی کہلاتی ہے' لڑکی کے ساتھ لڑکا ہو' تو وہ بھائی کی بہن بن جاتی ہے۔ بیٹی ہو یا بہن' انجام کار وہ بیوی ہی بنتی ہے۔

بیوی کے حقوق

اللہ تعالٰی نے قرآن پاک میں خاوندوں اور بیویوں کے لئے آیت کے ایک ٹکڑے میں جو فرمایا ہے' اس میں میاں بیوی کا تعلق اپنے معراج پر نظر آتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (البقرہ - ۱۸۷)

"وہ تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو"۔

اس آیت کی تفسیر میں امام فخرالدین الرازی "التفسیر الکبیر" میں فرماتے ہیں۔

> "مرد و عورت کو ایک دوسرے کے لئے لباس کی طرح تشبیہ دینے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ لباس جس طرح انسان کو سردی' گرمی اور دیگر مضرات سے بچاتا ہے' اس کے عیوب اور نقائص کو چھپاتا ہے' اسی طرح مرد و عورت ایک دوسرے کو بہت سے مفاسد میں پڑ جانے سے بچاتے ہیں' اور ایک دوسرے کے لئے پردہ پوشی کا کام کرتے ہیں"۔[1]

مولانا مودودی "تفہیم القرآن" میں فرماتے ہیں:

"میاں بیوی کے لئے لباس کا استعارہ ایک نہایت بلیغ استعارہ ہے۔ لباس کا سب سے نمایاں پہلو یہ ہے کہ وہ آدمی کے جسم کے لئے ساتر ہوتا ہے' اس سے اس کے عیوب برہنگی کو پردہ پوشی نصیب ہوتی ہے' یہ نہ ہو تو آدمی ننگا ہو کر حیوانات کے درجے میں آجائے۔ ٹھیک اسی طرح میاں بیوی ایک دوسرے کے جنسی جذبات وداعیات کے لئے پردہ فراہم کرتے ہیں۔ ان کے اندر جو صنفی میلانات ابھرتے ہیں' وہ ان کی تسکین اور آسودگی کے لئے خود اپنے اندر سامان رکھتے ہیں"[۲۲]

مولانا مودودی "حقوق الزوجین" میں فرماتے ہیں:

"ان کے دل' ان کی روحیں ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ متصل ہوں' اور وہ ایک دوسرے کی ستر پوشی کریں"[۲۳]

امام شمس الدین سرخسی فرماتے ہیں:

لیرَ غَبَ فیہ المُطیعُ و العاصیَ' المُطیعُ لِلمعانی لدینہ والعاصی لِقضاءِ الشَّھوۃِ[۲۴]

یعنی تاکہ اس میں اطاعت گزار اور نافرمان دونوں رغبت کریں' اطاعت گزار تو دینی مقاصد کی تکمیل و تحصیل کے لئے اور نافرمان قضائے شہوت کے لئے۔ اولین مقصد عفت و عصمت و اخلاق کی حفاظت مطلوب ہے' تاکہ دونوں ایک دوسرے کے قریب رہیں' پیار و محبت سے اپنی زندگی کو خوبصورت بنالیں۔

حقِ مہر

نکاح کے بعد عورت کا مرد پر سب سے پہلا حق یہ ہے کہ مقرر کردہ مہر کی رقم عورت کو ادا کی جائے۔ ہمارے ہاں مہر کے بارے میں افراط و تفریط سے کام لیا جاتا ہے۔ ایک طرف تو کثیر رقم مقرر کر دی جاتی ہے۔ اور دوسری طرف مہر باندھنے یا لینے کو توہین سمجھا جاتا ہے۔ "۳۲ روپے ۱۰ آنے" ہی کو شرعی مہر سمجھ لیا جاتا ہے' حالانکہ مہر کی یہ رقم قرآن و سنت میں کہیں بھی بیان نہیں کی گئی۔ طریقہ مسنونہ یہ ہے کہ مہر مرد کی حیثیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے' نہ صرف مقرر کیا جائے' بلکہ نکاح کے موقع پر ادا کر دیا جائے۔ قرآن

وسنت کی یہی تعلیم ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ... (المائدہ-۵)

"اور شریف عورتیں مسلمان عورتوں میں سے اور شریف عورتیں ان اہل کتاب میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب ملی (تمہارے لئے حلال ہیں) بشرطیکہ ان کو قیدِ نکاح میں لاکر ان کے مہران کو دو...."

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (النساء-۲۵)

"انہیں ان کے مہر معروف طریقے سے ادا کردو"۔

مولانا امین احسن اصلاحی "تدبرِ قرآن" میں اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اگر کوئی شخص کسی شریف زادی سے نکاح کی قدرت نہیں رکھتا' تو وہ کسی مسلمان لونڈی سے نکاح کرلے اور ان لونڈیوں کو دستور کے مطابق مہر دیا جائے' نیز یہ لونڈیاں بھی قیدِ احصان کی پابند ہو کر رہیں"۔[۵]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً (النساء-۴)

"اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے ادا کرو"۔

مولانا ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں:

"بعض لوگوں نے "**نحلة**" کا ترجمہ "عطیہ اور بخشش" کیا ہے' یعنی اللہ کی طرف سے عورتوں کو مہر (ضروری قرار دینا) ایک مہربانی اور عطیہ ہے' اور چونکہ حق مہر عورتوں کو اللہ کی طرف سے عنایت کیا ہوا ہے' اس لئے مردوں کے ذمے وہ فرض اور لازم ہوگیا ہے۔ اس کا لحاظ کرکے قتادہ نے **نحلة** کا ترجمہ "فریضہ کیا ہے"۔[۶]

مولانا پیر محمد کرم شاہ فرماتے ہیں:

"اس آیت سے مہر کا وجوب ثابت ہوتا ہے' جب تک عورت خوشی سے سارا مہر یا اس کا کوئی جزو معاف نہ کرے' وہ مرد کے ذمے واجب الادا رہتا

ہے"۔ [۷]

قاضی بیضاویؒ فرماتے ہیں:

"نِحلۃ عَطِیّۃً اِذا اَعطاہُ ایّاہُ مِن طِیبِ نفسٍ بِلا توقعِ عِوَضٍ" [۸]

(نحلہ اس عطیہ کو کہتے ہیں' جو خوشی خوشی کسی معاوضہ کے لالچ کے سوا دیا جائے۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کے مہر ادا فرمائے' اور اپنی بیٹیوں کے مہر ادا کروائے۔ حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے امِ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں دیا تو آپ کا مہر موقع ہی پر ادا کیا۔ کتبِ احادیث میں خود امِ حبیبہؓ سے روایت ہے:

اِنّھا کانَتْ تحتَ عبدِ اللہِ بْنِ جَحْشٍ' فَماتَ بِارضِ الحبشۃِ' فزوَّجھا النجاشیُّ النَّبیَّ صلَّی اللّٰہُ علیہِ وآلہٖ وَسلّم وَ اَمْھَرَھا عَنْہُ اَرْبعۃَ الافٍ وَ بَعَثَ بِھا الی رسولِ اللّٰہِ صلَّی اللّٰہُ علیہِ وَآلہٖ وَسَلَّم [۹]

"کہ آپؓ عبداللہ بن جحش کی زوجیت میں تھیں۔ ان کا سرزمینِ حبشہ میں انتقال ہوگیا تو نجاشیؒ نے آپؓ کا نکاح نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کردیا اور آپؐ کی طرف سے چار ہزار درہم مہر ادا کیا"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر ازواج کو جو مہر دیئے' اس کی وضاحت حدیث سے ملتی ہے:

عَنْ ابنِ سلمۃَ قَالَ: سَاَلْتُ عَائِشَۃَ: کَمْ کَانَ صِداقُ النَّبیِّ صلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم؟ قَالَتْ: کانَ صِداقُہٗ لِاَزْواجِہٖ ثِنْتَیْ عَشْرۃَ اُوقیۃً وَنَشا [۱۰]

عموماً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے زمانے میں مہر کی رقم پانچ ہزار درہم ہوا کرتی تھی' جس کا وزن بارہ اوقیہ چاندی سے کچھ اوپر ہوتا تھا۔ بعض صحابہؓ کا نکاح ان کے حسبِ مقدرت بہت کم مہر پر بھی ہوا۔ اور جو کوئی مہر ادا کرنے کی بالکل استطاعت نہیں رکھتا تھا اس کی طرف سے قرآنی آیات کی تعلیم کو بھی مہر مقرر کردیا جاتا تھا۔ چنانچہ ایک غریب شخص کا نکاح پڑھاتے وقت آپؐ نے اس سے دریافت فرمایا:

"ھلْ مَعَکَ مِنَ القرآنِ شیءٌ؟" قَالَ نَعَمْ سُورۃُ کَذا و سُورۃُ کَذا فَقَالَ:

"زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ" [۱۱]

اس پر شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنی مایہ ناز کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" میں فرمایا ہے:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سورت قرآنی کی تعلیم کو مہر قرار دیا' کیونکہ سورتوں کی تعلیم کچھ کم اہم بات نہیں۔ ایک مسلمان کو اس کی بھی ویسے ہی بلکہ اس سے بھی زیادہ رغبت رہتی ہے جتنی کہ مال کی رغبت اس کے دل میں ہوتی ہے۔ اس لئے اس کو مال کا قائم مقام قرار دینا قرینِ قیاس ہے..... اور دوسرے مال خرچ کرنے سے عورت کی خاوند کے دل میں وقعت اور عزت رہتی ہے' جو میاں بیوی کے درمیان الفت بڑھنے کا سبب ہے"۔[۱۲]

عورت کا مہر نکاح کے موقع پر ادا کیا جائے تو بہتر ہے' سب سے احسن صورت یہ ہے کہ جو زیورات پہنائے جاتے ہیں' وہ مہر کے طور پر دلہن کو دے دیے جائیں۔

حسنِ معاشرت

دوسرا حق یہ ہے کہ بیوی کے ساتھ معاشرت انتہائی اچھی ہونی چاہیے کیونکہ قرآن کا یہی حکم ہے:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (النساء ۱۹)

"اور گذران کرو عورتوں کے ساتھ اچھی طرح!"

اس آیت کی تفسیر میں مولانا امین احسن اصلاحی رقم طراز ہیں:

"ان کے ساتھ اس طرح کا برتاؤ کرو جو شریفوں کے شایانِ شان' عقل و فطرت کے مطابق' رحم و مروت اور عدل و انصاف پر مبنی ہو۔ یہاں لفظ "معروف" کے استعمال سے یہ بات نکلتی ہے کہ عرب جاہلیت کے بعض طبقات میں عورتوں کے ساتھ سلوک کے معاملہ میں بعض نہایت ناروا قسم کی زیادتیاں رواج پا گئی تھیں' تاہم وہ اس بات سے نا آشنا نہیں تھے کہ عورت کے ساتھ معقولیت کا برتاؤ کیا جائے"۔[۱۳]

ارشاد نبویؐ ہے:

وَاِنَّ لِزَوجِکَ عَلَیکَ حَقًّا [۱۳]

"اور یقیناً تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے!"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت اور یتیم کے حقوق کے بارے میں انتہائی احتیاط کی تاکید کی ہے اور انہیں "دو ضعیف" قرار دیا ہے۔ آپؐ کا فرمان ہے:

عَن اَبِی شُرَیحٍ خُوَیلِدِ بنِ عَمرٍو الخُزَاعِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ: اَللّٰھُمَّ اِنِّی اُحَرِّجُ حَقَّ الضَّعِیفَینِ: الیَتِیمِ وَ المَرأَۃِ [۱۵]

وَعَن حَکِیمِ بنِ مُعَاوِیَۃَ (بنِ حَیدَۃَ القُشَیرِیِّ) عَن اَبِیہِ قَالَ قُلتُ: یَا رَسُولَ اللّٰہِ مَا حَقُّ زَوجَۃِ اَحَدِنَا عَلَیہِ؟ قَالَ: "اَن تُطعِمَھَا اِذَا طَعِمتَ وَ تَکسُوھَا اِذَا اکتَسَیتَ وَلَا تَضرِبِ الوَجہَ وَلَا تُقَبِّح وَلَا تَھجُرِ الَّا فِی البَیتِ" [۱۶]

"حکیم بن معاویہ (بن حیدہ القشیریؓ) روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم میں سے کسی پر اس کی بیوی کا کیا حق ہے؟ آپؐ نے فرمایا: "جب تو کھائے تو اسے کھلائے' اور جب تو پہنے تو اسے پہنائے' اور اس کے منہ پر نہ مارے اور اسے برا نہ کہے' اور گھر کے سوا اس سے علیحدگی اختیار نہ کرے"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبۂ حجۃ الوداع میں ارشاد فرمایا:

وَاستَوصُوا بِالنِّسَاءِ خَیرًا ...... اَلَا وَ حَقُّھُنَّ عَلَیکُم اَن تُحسِنُوا اِلَیھِنَّ فِی کِسوَتِھِنَّ وَطَعَامِھِنَّ [۱۷]

"اور عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرو..... خبردار! اور تمہارے ذمے ان کا حق یہ ہے کہ ان کے لباس اور کھانے کے بارے میں خوش اسلوبی کا معاملہ کرو!"

اس پر امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

بیویوں کے ساتھ حسنِ معاملت کے یہ معنی ہیں کہ شوہر ان کا رنج سہہ لے' ان کی ناشکری اور ناحق شناسی کی صورت میں صبر کرے۔ چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص اپنی بیوی کی بدخلقی پر صبر

کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ اتنا ہی ثواب عطا فرمائے گا جتنا کہ حضرت ایوبؑ کو ان کی مصیبت پر عطا فرمایا "۔[۱۸]

قرآن مجید نے نفقہ کے بارے میں ایک قاعدہ کلیہ بیان کردیا ہے:

عَلَی الْمُوْسِعِ قَدَرُہٗ وَعَلَی الْمُقْتِرِ قَدَرُہٗ (البقرہ۔ ۲۳۶)

"وسعت والے پر اس کی حیثیت کا اور تنگ دست پر اس کی حیثیت کا"

یعنی مالدار پر اس کی استطاعت کے مطابق نفقہ ہے' اور مفلس پر اس کی استطاعت کے مطابق۔ یہ نہیں کہ غریب سے وہ نفقہ وصول کیا جائے جو اس کی حیثیت سے زیادہ ہو' یا مالدار آدمی وہ نفقہ دے جو اس کی حیثیت سے کم ہو۔ اس پر امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

الاعتدال فی النفقۃ فلا ینبغی ان یقتر علیہ فی الانفاق ولا ینبغی ان یسرف بل یقتصد۔[۱۹]

یعنی مرد کو چاہئے کہ نفقہ میں اعتدال کرے' نہ تو نفقہ تنگی کے طور پر دے اور نہ اس میں اسراف کرے۔

بیویوں کے درمیان عدل

اگر ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو ان کے درمیان عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنا بھی خاوند کا فرض ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَنْ تَسْتَطِیْعُوْا اَنْ تَعْدِلُوْا بَیْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِیْلُوْا کُلَّ الْمَیْلِ فَتَذَرُوْھَا کَالْمُعَلَّقَۃِ (النساء۔ ۱۲۹)

"اور تم سے یہ تو کبھی نہ ہوسکے گا کہ بیویوں کے درمیان (پورا پورا) عدل کرو خواہ تمہارا کتنا ہی جی چاہے (کیونکہ دل کا قدرتی میلان تمہارے بس میں نہیں)' پس ایسا نہ ہو کہ کسی ایک کی طرف بالکل ہی جھک پڑو دوسری کو لٹکتا چھوڑ کر"۔

مزید ارشاد فرمایا:

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَۃً اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ذٰلِکَ اَدْنٰی اَلَّا تَعُوْلُوْا (النساء۔ ۳)

"اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم (بیویوں کے مابین) انصاف نہ کرسکو گے تو ایک ہی بیوی پر اکتفا کرو یا ان عورتوں کو زوجیت میں لاؤ جو تمہارے قبضہ میں آئی ہیں۔ بے انصافی سے بچنے کے لئے یہ زیادہ قرینِ مصلحت ہے"۔

اس پر مولانا جاراللہ زمخشری فرماتے ہیں:

"اَدْنٰی اَلَّا تَعُوْلُوْا" اَقْرَبُ مِنْ اَنْ لَا تَمِیْلُوْا مِنْ قَوْلِهِمْ عَالَ الْمِیْزَانُ عَوْلًا اِذَا مَالَ الْمِیْزَانُ۔ فُلَانٌ عَائِلٌ وَ عَالَ الْحَاکِمُ فِیْ حُکْمِہٖ[۲۰]

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں:

"**اَلَّا تَعُوْلُوْا**" سے مراد ایک طرف نہ ہوجاؤ' مڑ نہ جاؤ' **عَالَ الْمِیْزَانُ عَوْلًا** پرنالہ مڑ گیا' **عَالَ الْحَاکِمُ فِیْ حُکْمِہٖ** حاکم عدل سے پھر گیا۔ مجاہد نے اس کا ترجمہ کیا ہے گمراہ نہ ہو جاؤ' فراء نے کہا ہے اللہ کے فرض کی حد سے تجاوز نہ کرو"۔[۲۱]

امام قرطبی لفظ "**تَعُوْلُوْا**" کی تحقیق کرتے ہوئے' حضرت ابنِ عباسؓ اور مجاہدؒ سے نقل کرتے ہیں:

یُقَالُ عَالَ الرَّجُلُ یَعُوْلُ اِذَا جَارَ وَ مَالَ وَ مِنْهُ قَوْلُهُمْ مَالَ السَّهْمُ عَنِ الْهَدَفِ اِذَا مَالَ عَنْه

یعنی **عال** کا معنی ہے ظلم کرنا' ایک طرف جھک جانا' جب تیر نشانہ سے ہٹ جائے تو کہتے ہیں **عَالَ السَّهْمُ** لیکن اس کے ایک اور معنی امام شافعیؒ سے منقول ہیں: **اَلَّا تَعُوْلُوْا اَنْ لَا تَکْثُرَ عِیَالُکُمْ** کہ تمہارے بال بچے زیادہ نہ ہوجائیں[۲۲] یعنی اگر تم ایک بیوی پر اکتفاء کرو گے تو کثرتِ اولاد تمہیں پریشان نہیں کرے گی۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں:

"بیضاوی نے کہا **عَالَ الرجلُ عِیالَہ** اس شخص نے بیوی بچوں کا بار اٹھایا' کثرتِ عیال کی در پردہ تعبیر کثرتِ مصارف سے کی۔ (گویا بطورِ کنایہ کثرتِ عیال مراد ہے)"

سورۃ النساء کی محولہ بالا دونوں آیات کو مد نظر رکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ پہلی آیت (آیت ۳) میں امورِ اختیاریہ کے عدل و انصاف کا ذکر ہے' دوسری آیت (آیت ۱۲۹) میں محبت اور قلبی میلان میں عدم مساوات پر قدرت نہ ہونے کا بیان ہے[۲۳]۔ حدیث

میں ہے:

مَن کَانَت لَہٗ امرأتَانِ یمیلُ مَعَ اِحداھُما عَلی الاُخرٰی جاءَ یَومَ القِیٰمۃِ وَ اَحدُ شقَّیہِ سَاقِطٌ[۲۴]

یعنی جس شخص کی دو بیویاں ہوں' وہ ان دونوں میں سے ایک کی طرف زیادہ جھک جائے' تو قیامت کے روز اس حال میں آئے گا کہ اس کا ایک پہلو جھکا ہوا ہوگا۔ مفتی محمد شفیع صاحبؒ سورۃ النساء کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

"البتہ یہ مساوات ان امور میں ضروری ہے جو انسانوں کے اختیار میں ہیں' مثلاً نفقہ میں برابری' شب باشی میں برابری۔ رہا وہ امر جو انسان کے اختیار میں نہیں' مثلاً قلب کا میلان کسی کی طرف زیادہ ہوجائے تو اس غیر اختیاری معاملہ میں اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں' بشرطیکہ اس میلان کا اثر اختیاری معاملات پر نہ پڑے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی اختیاری معاملات میں پوری مساوات قائم فرمانے کے ساتھ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا: **اَللّٰھُمَّ ھٰذا قسمی فِیما اَملِکُ فَلا تَلُمنِی فِیما تَملِکُ وَلا اَملِکُ**[۲۵] (ترجمہ) "یا اللہ یہ میری برابر والی تقسیم ہے' ان چیزوں میں جو میرے اختیار میں ہیں' اب جو چیز آپ کے اختیار میں ہے' میرے اختیار میں نہیں' اس پر مجھ سے مؤاخذہ نہ کر"۔"[۲۶]

جو مرد عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا اس کو ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت ہی نہیں۔ اسی لئے قرآن پاک میں یہ ہدایت وارد ہوئی ہے: **فَاِن خِفتُم اَلَّا تَعدِلُوا فَوَاحِدَۃً** --- اس پر مفتی محمد شفیعؒ نے تحریر فرمایا ہے:

"جس شخص کو اس (بے اعتدالی کے) گناہ میں مبتلا ہوجانے کا خطرہ ہو' اس کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ ایک سے زائد نکاح نہ کرے"۔

"..... لفظ **ادنیٰ** بڑھا کر اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ چونکہ بہت سے لوگ ایک بیوی کو بھی ظلم و ستم کا تختہ بنائے رکھتے ہیں' اس لئے ظلم کا راستہ بند کرنے کے لئے صرف یہ کافی نہیں کہ ایک سے زائد نکاح نہ کرو' ہاں یہ ضرور ہے کہ اس صورت میں ظلم کا خطرہ کم ہوجائے گا اور تم عدل کے

قریب پہنچ جاؤ گے' اور ظلم و جور سے مکمل رہائی اس وقت ہوگی جب کہ ایک بیوی کے پورے حقوق ادا کئے جائیں' اور اس کے ساتھ حسنِ سلوک کا معاملہ رہے اس کی خامیوں سے درگزر اور اس کی کجی پر صبر کیا جائے"[۲۷]

مراجع و مصادر

۱۔ التفسیر الکبیر' ج ۵' ص ۱۰۶
۲۔ تفہیم القرآن' ج ۱' ص ۳۴۵
۳۔ حقوق الزوجین' ص ۲۲
۴۔ المبسوط' ج ۴' ص ۱۹۴
۵۔ تدبرِ قرآن' ج ۲' ص ۵۱
۶۔ تفسیر مظہری' ج ۲' ص ۴۸۴
۷۔ ضیاء القرآن' ج ۱' ص ۳۱۹
۸۔ تفسیر بیضاوی' ص ۱۰۳
۹۔ نیل الاوطار' کتاب الصداق' حدیث ۹
۱۰۔ مشکوٰۃ المصابیح (بروایت مسلم)' کتاب النکاح' باب الصداق حدیث ۲
۱۱۔ مشکوٰۃ المصابیح (بروایت بخاری و مسلم)' کتاب النکاح' باب الصداق حدیث ۱
۱۲۔ حجۃ اللہ البالغہ' مترجمہ عبدالحق حقانی' ج ۲' ص ۵۴۴' ۵۶۶' ۵۶۷
۱۳۔ تدبرِ قرآن' ج ۲' ص ۴۱
۱۴۔ صحیح البخاری' کتاب النکاح' باب لزوجک علیک حق۔ صحیح مسلم' کتاب الصیام' باب النہی عن صوم الدہر
۱۵۔ ریاض الصالحین (بروایت نسائی)' باب ملاطفۃ الیتیم والبنات......
۱۶۔ سنن ابی داؤد' کتاب النکاح' باب فی حق المرأۃ علی زوجھا
۱۷۔ جامع الترمذی' کتاب التفسیر۔ سنن ابن ماجہ' کتاب النکاح' باب حق المرأۃ علی الزوج
۱۸۔ احیاء علوم الدین' ج ۲' آداب المعاشرہ' ص ۴۲۔ ۴۳
۱۹۔ ایضاً' ص ۴۷
۲۰۔ الکشاف' ج ۱' ص ۴۹۷

۲۱۔ تفسیر مظہری اردو، ج ۲، ص ۳۸۲
۲۲۔ الجامع لاحکام القرآن، ج ۵، ص ۲۰-۲۱
۲۳۔ تفسیر مظہری اردو، ج ۲، ص ۳۸۲
۲۴۔ سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب القسمۃ بین النساء
۲۵۔ مشکوٰۃ المصابیح (بروایت، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)، کتاب النکاح، باب القسم حدیث ۷
۲۶۔ معارف القرآن، ج ۲، ص ۲۹۵
۲۷۔ ایضاً، ص ۲۹۶

بقیہ: حکمتِ اقبال

کے بغیر بھی جاری رہ سکتا ہے۔ بادشاہت کا امتیازی نشان لوٹ کھسوٹ اور ظلم ہے۔ سو یہ امتیاز ایک جمہوری نظام کے اندر مجلسِ ملت کو بھی حاصل ہے۔ مغرب کا جمہوری نظام دیکھ لو کیا وہ انصاف اور مساوات کا ڈھنڈورا پیٹنے کے باوجود کمزور قوموں کو غلام بنا کر ان پر چنگیز کی طرح کے مظالم نہیں ڈھا رہا۔

ہوں مگر میری جہاں بینی بتاتی ہے مجھے   جو ملوکیّت کا اِک پردہ ہو اس سے کیا خطر!
ہم نے خود شاہی کو پہنایا ہے جمہوری لباس   جب ذرا آدم ہوا ہے خود شناس و خود نگر
کاروبارِ شہر یاری کی حقیقت اور ہے   یہ وجودِ میر و سلطاں پر نہیں ہے منحصر
مجلسِ ملّت ہو یا پرویز کا دربار ہو   ہے وہ سلطاں، غیر کی کھیتی پہ ہو جس کی نظر!
تُو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام   چہرہ روشن، اندروں چنگیز سے تاریک تر!

(جاری ہے)

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے اشاعت کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔